# Globethics Repository

Kitab al-Tauhid (Volume 1. Part 5)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

| | |
|---|---|
| Item Type | Book |
| Authors | Al-Qodiri, Muhammad Thohiri |
| Publisher | Manshurat Minhaj al-Quran |
| Rights | With permission of the license/copyright holder |
| Download date | 2026-07-02 22:58:15 |
| Link to Item | http://hdl.handle.net/20.500.12424/185939 |

باب دوازدہم

# توحید کے تناظر میں

# وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ کا صحیح مفہوم

www.MinhajBooks.com

قرآن مجید میں ایسے چار مقامات ہیں جہاں مردار، خون، خنزیر کے گوشت اور ان جانوروں کو جن پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو حرام قرار دیا گیا ہے، وہ مقامات یہ ہیں:

۱۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَ الدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثۡمَ عَلَیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (۱)

”اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے ○“

۲۔ سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ وَالدَّمُ وَ لَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَآ اُھِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ...... (۲)

”تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سؤر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو......“

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۷۳

(۲) المائدۃ، ۵: ۳

۳۔ سورۃ الانعام میں فرمایا:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۱)

’’آپ فرما دیں کہ میری طرف جو وحی بھیجی گئی ہے اس میں تو میں کسی (بھی) کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مُردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سُؤر کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے یا نافرمانی کا جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت لاچار ہو جائے نہ تو نافرمانی کر رہا ہو اور نہ حد سے تجاوز کر رہا ہو تو بیشک آپ کا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○‘‘

۴۔ سورۃ النحل میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۲)

’’اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، حرام کیا ہے، پھر جو شخص حالتِ اضطرار (یعنی انتہائی سخت مجبوری کی حالت) میں ہو، نہ (طلبِ لذت میں احکامِ الٰہی سے) سرکشی کرنے والا ہو اور نہ (مجبوری کی حد سے) تجاوز کرنے والا ہو، تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○‘‘

ان آیات میں وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (وہ (جانور) جس پر

(۱) الانعام، ۶:۱۴۵

(۲) النحل، ۱۶:۱۱۵

ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو) کے الفاظ آئے ہیں جن کا بعض لوگ غلط اطلاق کرتے ہیں۔ یہی خود ساختہ اطلاق کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے دیئے گئے صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز پر بھی کیا جاتا ہے۔ ان قرآنی آیات کی غلط اور من گھڑت تاویل کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس پر صدقہ اور نذر و نیاز کے لئے غیر اللہ کا نام لیا جائے أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ میں داخل ہے، جس کے باعث وہ شے حرام ہے۔ اس طرح ان کے باطل خیال کے مطابق وہ صدقہ و خیرات اور گیارہویں شریف جو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ یا دیگر اولیاء و بزرگانِ دین اور صالحین کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ صرف حرام ہے بلکہ یہ عمل معاذ اللہ شرک ہے۔ یہ ان قرآنی آیات کی غلط تفسیر ہے اور ایسی چیزیں جو فقط ایصالِ ثواب کے لئے کسی بزرگ ہستی کی طرف منسوب کی جائیں ہرگز وَ مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کے زمرے میں داخل نہیں، نہ ہی انہیں شرک پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ دراصل نذر کے تعین میں یہ اختلاف حرمت پر مبنی آیاتِ کریمہ کا معنی و مفہوم غلط سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ذیل میں ہم وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ اور اس کے متعلقات پر تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔

## ۱۔ ''أُهِلَّ'' کا لغوی معنی و مفہوم

دراصل لفظِ ''أُهِلَّ'' ثلاثی مزید فیہ کے باب اِفعال ''إِهْلَالٌ'' سے مشتق صیغہ ماضی مجہول ہے۔ اہلِ لغت نے ''اِهْلَال'' کے متعدد معانی بیان کیے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ وانهلت السماء إذا صبت، واستهلت إذا ارتفع صوت 'وقعها' و كان استهلال الصبي منه.(۱)

''انْهَلَّتِ السَّمَاءُ'' اس وقت کہا جاتا ہے جب بارش برسے اور اسْتَهَلَّتْ اس خاص وقت کو کہتے ہیں جب بارش کے قطرے بلند آواز کے ساتھ زمین پر گریں۔

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۱

۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۱۵: ۸۰۹

اسی سے اسْتِهْلَالُ الصَّبِیِّ (عین پیدائش کے وقت بچے کا رونا) بھی ہے۔‘‘

۲۔ و استهل الصبي بالبكاء: رفع صوته و صاح عند الولادة، و كل شيء ارتفع صوته فقد استهل. والإهلال بالحج: رفع الصوت بالتلبية، و كل متكلم رفع صوته أو خفضه فقد أهل و استهل.(۱)

’’اسْتَهَلَّ الصَّبِیُّ کا معنی ولادت کے وقت بچے کا بلند آواز اور چلّا کر رونا ہے۔ (اس معنی میں) ہر وہ چیز جس کی آواز بلند ہوا سے ’’اسْتَهَلَّ‘‘ کہتے ہیں۔ حج کے موقع پر بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھنے کو إهْـلَال کہا جاتا ہے، اور ایسا ہی ہر بولنے والے کی آواز بلند کرنے کو اَهَلَّ اور اسْتَهَلَّ کہا جاتا ہے۔‘‘

۳۔ و أصل الإهلال رفع الصوت. و كل رافع صوته فهو مهل، و كذلك قوله ﷻ: ﴿وَ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ هو ما ذبح للآلهة و ذلك لأن الذابح كان يسميها عند الذبح، فذلك هو الإهلال.(۲)

’’اِهْلَال کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے۔ ہر آواز بلند کرنے والا مُهِلٌّ ہے، اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾۔ اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جسے جھوٹے معبودوں کیلئے ذبح کیا گیا ہو اور یہ مفہوم اس بنا پر ہے کہ ذبح کرنے والا عین ذبح کے وقت اس بت کا نام لیتا تھا۔ پس یہی اِهْلَال ہے۔‘‘

۴۔ قال أبو العباس: وسمي الهلال، هلالاً لأن الناس يرفعون أصواتهم بالإخبار عنه.(۳)

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۱
۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۱۵: ۸۱۰
(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۱
(۳) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۳
۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۱۵: ۸۰۱

''ابو العباس نے کہا: چاند کو ہلال اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اسے دیکھتے ہی اپنی آوازیں بلند کر کے اس کا اعلان کرتے ہیں۔''

## ۲۔ ''أُهِلَّ'' کا صحیح اطلاق

ائمہ لغت کی درج بالا تصریحات کی روشنی میں ''أُهِلَّ'' کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

### ا۔ إهلال: پہلی رات کا چاند دیکھ کر آواز بلند کرنا

ہر اسلامی ماہ کی پہلی تاریخ کو طلوع ہونے والے چاند کو ہلال کہتے ہیں جس کا مختلف وجوہ کی بنا پر لوگ شدت سے انتظار کرتے ہیں لہٰذا نیا چاند دیکھنے والوں کی طرف سے ایک آواز بلند ہوتی ہے: استجابة الإهلال ''وہ چاند نظر آ گیا'' اس خاص وقت میں بلند ہونے والی آواز کو ''اِهْلَال'' کہتے ہیں جبکہ کسی اور آواز کو اہلال سے موسوم نہیں کیا جاتا۔

### ۲۔ إهلال: پیدائش کے وقت بچے کا آواز بلند کرنا

اِهْلَال کا ایک معنی ہے ''پیدائش کے وقت بچے کا رونا'' جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے ہی اس کے منہ سے رونے چیخنے کی آواز نکلتی ہے۔ جسے عربی میں ''اَهَلَّ الصَّبِیُّ'' کہا جاتا ہے۔ عام حالات میں بچے کا چیخنا اور رونا ''اہلال الصبی'' نہیں کہلاتا بلکہ عین پیدائش کے وقت آواز بلند کرنے اور چیخنے کو ''اہلال الصبیّ'' کہتے ہیں۔

### ۳۔ إهلال: عین وقتِ ذبح آواز کو بلند کرنا

کفار و مشرکین جب کسی جانور کو ذبح کرتے تو وہ یہ اعلان کرنے کے لئے کہ وہ اپنے کس بت کے نام پر اسے ذبح کر رہے ہیں۔ آواز بلند کرتے جسے رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ الذِّبحِ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ آواز وہ اس لیے لگاتے کہ ان کے معبودانِ باطلہ بے شمار تھے۔ لہٰذا وقتِ ذبح آواز بلند کرتے ہوئے اپنے خاص بت کا نام لیتے۔ اس بلند کی جانے

والی آواز کو ’’اِهلال‘‘ کہا جاتا۔

### ۴۔ إهلال: خاص مواقع پر آواز بلند کرنا

کسی خاص موقع پر کوئی اعلان کرنے کے لئے آواز بلند کرنا بھی اِهلال کے معنی میں لیا جاتا ہے۔

### ۵۔ إهلال: تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا

اِهلال کا ایک معنی بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا بھی ہے جیسا کہ دورانِ حج حجاجِ کرام بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہیں۔

عربی لغت کے حوالے سے درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر ’’اہلال‘‘ میں کسی خاص موقع پر آواز بلند کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس کے لغوی معنی کی رو سے آیتِ مبارکہ وَمَا أُهِلَّ میں بھی لازماً رفعِ صوت کا مفہوم موجود ہوگا۔ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ سے محدّثین اور مفسرینِ کرام نے کیا معنی مراد لیا ہے؟ ذیل میں ہم اسی پہلو پر تفصیلی بحث رقم کریں گے تاکہ اس آیت میں بیان کردہ قرآن مجید کا صحیح منشا اور مقصود اہلِ حق کے لئے قلبی سرور کا باعث بن سکے اور اہلِ باطل کے بطلان کا قلع قمع ہونے کا ساماں فراہم ہوسکے۔

## ۳۔ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ﴾ کا معنی ائمہ حدیث کی نظر میں

محدثینِ کرام اور شارحینِ حدیث وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ سے مراد بآوازِ بلند بتوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور لیتے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

### ۱۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں أُهِلَّ کا معنی و مفہوم

محمد بن اسماعیل البخاری کے مقام سے کون واقف نہیں۔ اہلِ علم نے انہیں امیر

المؤمنین فی الحدیث کا عظیم الشان لقب دیا ہے جبکہ آپ کی شہرآفاق کتاب 'صحیح بخاری کو اصحح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ حاصل ہے۔ حضرت امام بخاری کو روایتِ حدیث اور فہمِ حدیث کا جو درک حاصل تھا وہ خال خال محدثین کے حصہ میں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت کی اکثریت انہیں حدیث میں حجت مانتی ہے۔ انہوں نے حدیث مبارکہ سے جو معنی ومفہوم اخذ کر کے اپنی کتاب کی زینت بنایا وہ درست اور مقبول ہے۔ اُہِلَّ کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا اور پھر شارحین بخاری نے جن معانی کو اختیار کیا ان کی موجودگی میں ہمیں کسی اور کی طرف التفات کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُن کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق أھل کا اطلاق کسی مخفی امر یا چھپی ہوئی نیت پر نہیں ہوتا اور نہ یہ لفظ ایصالِ ثواب کے لئے منسوب جانوروں کے ساتھ خاص ہے۔ اسی بات کو ہم ذیل میں قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری نے صحیح البخاری کتاب الحج میں اس لفظ کو حج وعمرہ کے اعمال کے ضمن میں استعمال کیا ہے مثلاً انہوں نے حدیث نمبر ۱۴۷۳ جس میں بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس بحث کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: ''بَاب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالاهْلَالِ'' ''بآواز بلند تلبیہ پڑھنے کا باب'' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا. (۱)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی چار اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور میں نے تمام لوگوں کو بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کا نام پکارتے ہوئے سنا۔

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۱، کتاب الحج باب رفع الصوت بالاھلال، رقم: ۱۴۷۳

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بخاری نے ’’إھلال‘‘ کو رفع الصوت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جبکہ اس سے متصل دیگر ابواب درج ذیل عنوان کے تحت قائم کئے ہیں:

﴿بابُ التَّحمِیدِ وَالتَّسبِیحِ وَالتَّکبِیرِ قَبلَ الإِھلَالِ عِندَ الرُّکُوبِ عَلَی الدَّابَّةِ﴾(۱)

’’جانور پر سوار ہونے کے وقت لبیک سے پہلے تحمید، تسبیح اور تکبیر کہنا‘‘

اس باب میں حدیث نمبر ۱۴۷۶ درج ہے۔

اس سے اگلے باب کا عنوان ہے:

﴿بَابُ مَنْ أَھَلَّ حِینَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً﴾(۲)

’’کسی شخص کا اس وقت تلبیہ پڑھنا جب سواری اس کو سیدھی لے کر کھڑی ہو‘‘

اس کے تحت حدیث نمبر ۱۴۷۷ درج ہے۔

اس سے اگلے باب کا عنوان ہے:

﴿بَابُ الإِھْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ﴾(۳)

’’قبلہ رخ ہو کر تلبیہ پڑھنا‘‘

اس کے تحت حدیث نمبر ۱۴۷۸ درج ہے۔

پھر امام بخاری نے آگے جا کر ایک اور باب باندھا جس کا عنوان قائم کیا ہے:

﴿بَابُ کَیفَ تُھِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ؟﴾

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۲، باب: ۲۶

(۲) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۲، باب: ۲۷

(۲) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۲، باب: ۲۸

’’حیض اور نفاس والی عورتیں کس طرح احرام باندھیں؟‘‘

یہاں امام بخاری نے أھلَّ کے لغوی معنی کی وضاحت کی ہے وہ لکھتے ہیں:

أَهَلَّ: تَكَلَّمَ بِهٖ: وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ، كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ. وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ [المائدة، ۵: ۳] وَهُوَ مِنَ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.(۱)

’’أَهَلَّ کا معنی ہے: اس نے کلام کیا (یعنی زبان سے کہا) اور اسْتَهْلَلْنَا اور أَهْلَلْنَا، الْهِلَالَ یہ سب ظہور سے ہے۔ إِسْتَهَلَّ الْمَطَرُ کے معنی ہیں: بادل سے بارش نکلی اور آیہ کریمہ (وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ) میں أھل کا معنی پیدائش کے وقت بچہ کے رونے سے ماخوذ ہے (یعنی جس طرح بچہ پیدائش کے وقت آواز نکالتا ہے اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہی جائے گی)

امام بخاری نے اھلال کے لغوی معنی بیان کر کے اس اشکال کو دور کر دیا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ أھل جانوروں کے ساتھ خاص ہے اور کسی جانور کو اگر کسی کے ایصال ثواب کے لئے منسوب کر دیا جائے تو وہ أھل به لغیر الله میں شامل ہو کر حرام ہو جاتا ہے۔

امام بخاری کی تشریح اور توضیح اس مفہوم کے برعکس ہے انہوں نے احرام اور تلبیہ کے لئے إھلال کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے۔

پتہ چلا کہ اھلال اور أھل الله شریعت کے حرام کردہ امور میں سے کوئی امر نہیں۔ دوسرے یہ کہ أھل کا اطلاق چھپی ہوئی نیت یا کسی اور مخفی امر پر نہیں ہوتا بلکہ أھل اور اھلال کا مفہوم ان شرائط کے ساتھ واضح ہوتا ہے:

۱۔ کوئی امر واقع جو ایک خاص وقت میں وقوع پذیر ہوا ہو۔

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۳، باب: ۳۰

۲۔ مادہ ’’ھلال‘‘ سے جتنے الفاظ بھی نکلتے ہیں سب کے معنی میں ظہور ضروری ہے اخفاء سے معنی پورا نہیں ہوتا۔

۳۔ تیسرے یہ کہ أھل میں آواز بلند ہونا ضروری بھی ہے۔

لا محالہ ان ساری چیزوں کا تعلق کسی دائمی اور مستمرعمل سے نہیں۔ پس اگر جانور کی بات ہو تو پھر اھلال کا اطلاق عین ذبح کے وقت زیادہ موزوں ہے کہ جب جانور کو لٹا کر ذبح کیا جا رہا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس وقت وہ کس کے نام ذبح کیا جا رہا ہے؟ بت اور اصنام جیسے لات، منات، ھبل اور عزیٰ یا اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام پر۔

لہٰذا وہ جانور جسے کوئی شخص اپنے والدین اعزہ و اقارب یا کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لئے ان سے منسوب کر دے مثلاً یہ کہے کہ یہ جانور فلاں بزرگ کے ایصال ثواب کے لئے ہے تو امام بخاری کے مطابق یہ ہرگز اھل بہ لغیر اللہ میں شامل نہیں کیونکہ نذر و نیاز اور ایصال ثواب میں نہ کوئی خاص واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے نہ کوئی آواز نکالتا ہے اور نہ کوئی ظہور کی صورت ہے۔

تاریخ عرب پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے نظام الاوقات کا تعلق قمری مہینے سے ہوتا تھا۔ وہ ماہ و سال کا تعین قمری حساب سے کرتے تھے حج وعمرہ اور تجارتی سفر وغیرہ کا دارو مدار بھی چاند کی رؤیت پر تھا۔ پس اسی وجہ سے انہیں چاند نکلنے کا شدت سے انتظار رہتا تھا اور جس دن چاند نکلتا وہ اپنی عادت کے مطابق خوشی کا اظہار کرتے اور بآواز بلند شور کر کے کہتے: وہ چاند، اسی وجہ سے پہلے دن کے چاند کو بھی ھلال کہا گیا۔ امام بخاری نے بھی مہینوں کے تعین میں چاند کی اس اہمیت کو واضح کیا اور ایک باب درجہ ذیل عنوان سے قائم کیا۔

امام بخاریؒ نے کتاب الحج میں ایک باب یوں باندھا:

بابُ قولِ اللہ تعالی: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰت فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [ البقرة، ۲:

۱۹۷] وقوله: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرة، ۲: ۱۸۹] (۱)

’’حج کے چند مہینے معیّن ہیں (یعنی شوّال، ذوالقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ) تو جو شخص ان (مہینوں) میں نیت کر کے (اپنے اوپر) حج لازم کرلے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی (اور) گناہ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرے‘ اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ’’(اے حبیب!) لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرمادیں یہ لوگوں کے لئے اور ماہِ حج (کے تعیّن) کے لئے وقت کی علامتیں ہیں‘‘

امام بخاریؒ نے ایک اور حدیث بیان کی ہے جس میں احرام باندھنے کو اھلال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ. وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ. (۲)

’’حضرت عُروہ بن زُبَیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا، بعض نے حج و عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ پس جس نے حج کا احرام

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۵، باب: ۳۲

(۲) بخاری، الصحیح، ۲: ۵۶۷، کتاب الحج، باب التمتع والإقران و الإفراد بالحج و فسخ الحج لمن لم یکن معه هدی، رقم: ۱۴۸۷

باندھا یا حج وعمرہ کو جمع کیا تو انہوں نے قربانی کے دن تک احرام نہیں کھولا۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں حج وعمرہ کے موقع پر احرام باندھنے کو پر اھلال سے تعبیر کیا گیا جو کسی مخفی امر یا دل کی خفیہ نیت کا معاملہ نہیں بلکہ حجاج کرام ایک مخصوص وقت میں احرام باندھ کر بآواز بلند تلبیہ پڑھتے ہیں تو سب لوگوں کو علم ہو جاتا کہ یہ زائر حرمین ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اھلال میں ظہور ضروری ہے۔

امام بخاری نے أھل کے جو لغوی معنی بیان کئے ہیں ان میں نمایاں اور اہم بات ’’ظہور‘‘ ہے مثلاً زبان سے اونچی آواز میں کوئی بات کہنا تکلم ہے اور بارش جب زمین پر گرتی ہے تو اس سے جو آواز نکلتی ہے اُسے استھل المطر کہتے ہیں۔ نو مولود بچہ جب بطن مادر سے ظاہر ہوتا ہے تو روتا ہے تو عربی میں اسے استھل الصبی کہا جاتا ہے۔ پہلی رات کا چاند جب ظاہر ہوتا ہے تو اسے أھلہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بوقت ذبح جب جانور کو لٹا کر کسی کا نام پکارا جاتا ہے تو وہ بھی اھلال ہے۔

مدعائے کلام یہ ہے کہ محض نسبت سے حرام ہونا ثابت نہیں بلکہ صحیح احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی شخص جس جانور پر بوقت ذبح نام لینا بھول گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔ اسی طرح صحابہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے اعراب کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانے سے متعلق دریافت کیا کہ معلوم نہیں وہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتے بھی ہیں یا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا گوشت کھانا حلال ہے۔ چنانچہ عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُوْنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ: سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوْهُ. قَالَتْ: وَكَانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِالْكُفْرِ.[۱]

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الذبائح، باب ذبیحۃ الأعراب و نحوھم، ۵:۲۰۹۷، رقم: ۵۱۸۸

’’کچھ لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ہم ایسے لوگ ہیں جن کے پاس گوشت آتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں؟ (اس کا کیا حکم ہے، کھائیں یا نہ کھائیں) ارشاد ہوا کہ تم اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھا لیا کرو۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ زمانۂ کفر کے قریب کی بات ہے۔‘‘

اس حدیث مبارکہ کے بعد امام بخاری نے اگلے باب کے ترجمۃ الباب میں امام زہری اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے خواہ ان کا عقیدہ کفر کا کیوں نہ ہو یعنی وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا مانیں تب بھی اور اگرچہ وہ ذبح کرتے ہوئے کسی کا نام نہ بھی لیں تو بھی وہ ذبیحہ حلال ہے۔ باب کا عنوان اس طرح ہے:

بَاب ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ﴾. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِغَيْرِ اللهِ فَلَا تَأْكُلْ وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللهُ لَكَ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ. وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

’’اہل کتاب اور حربی کافروں وغیرہ کے ذبیحہ سے متعلق باب میں ارشادِ باری تعالٰی ہے: (آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے) اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے (سورۃ المائدہ، ۵) زہری کا قول ہے کہ عرب کے نصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم سنو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا

تو نہ کھاؤ اور اگر تم نہ سنو تو اللہ نے اسے تمہارے لئے حلال کیا اور وہ ان کا کفر جانتا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ حسن بصری اور ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ غیر مختون کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کا کھانا ہی ان کے ذبائح ہیں۔''

پتہ چلا کہ أهل میں ''ظهور'' نہایت ضروری امر ہے اس کے بغیر کسی پر أهل لغیر الله کا حکم لگا کر حرام اور شرک قرار دینا شرعاً جائز نہیں۔ شارحینِ کرام نے بھی أهل کا یہی معنی لیا ہے۔

مندرجہ بالا عنوان باب کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے امام زہری کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ

**و إهلاله ان يقول باسم المسيح۔**(۱)

''اہلال سے مراد یہ ہے کہ وہ ذبح کرتے ہوئے یوں کہیں **باسم المسیح** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر ذبح کرتا ہوں۔''

اگر بوقت ذبح ان سے اس طرح کے الفاظ نہ سنیں تو پھر گوشت حلال ہے وجہ یہ ہے کہ اصل دین ان کا برحق تھا اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ ان روایات کو پڑھ کر ان لوگوں پر نہایت تعجب ہوتا ہے جو صحیح البخاری کی رٹ لگاتے رہتے ہیں لیکن ان احادیث سے واقف نہیں مذکورہ احادیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام اور ائمہ عظام سے صراحتہً اس حکم کی اجازت مل رہی ہے کہ اگر اہل کتاب یا اور غیر مسلم اجنبی کا ذبحہ آپ کو پہنچے جس کی حقیقت سے آپ واقف نہ ہوں تو اللہ کا نام لے کر کھالیں۔ جب غیر مسلموں کے ذبیحہ کا یہ حکم ہے تو جو مسلمان اولیاء اللہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے منسوب کر کے جانور اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں یقیناً وہ بدرجۂ اتم حلال اور پاک ہیں، ان میں کسی قسم کی کوئی حرمت یا شرک کا عمل دخل نہیں۔

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۶۳۷

## ۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا موقف

شارحینِ صحیح بخاری میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا علمی مقام و مرتبہ اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں۔ حدیث کی شرح اور رجال میں ان کی بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ انہوں نے بھی امام بخاری کے بیان کردہ معنی کی مزید تائید کی ہے، لکھتے ہیں:

(قوله باب رفع الصوت بالإهلال) قال الطبري: الإهلال هنا رفع الصوت بالتلبية، وكل رافع صوته بشيء فهو مهل به وأما أهل القوم الهلال فأرى أنه من هذا لأنهم كانوا يرفعون أصواتهم عند رؤيته انتهى.(۱)

”امام بخاری نے باب قائم کیا ہے ﴿باب رفع الصوت بالإهلال﴾ امام طبری نے کہا: یہاں اہلال سے مراد تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا ہے اور ہر وہ شخص جو کسی بھی چیز پر آواز بلند کرے وہ مہل ہے۔ لوگوں کا چاند کے وقت أهل کا معنی بھی اسی سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ اس کو دیکھتے ہی آواز بلند کرتے ہیں۔“

ابن حجر مزید لکھتے ہیں:

أن أصل الإهلال رفع الصوت لأن رفع الصوت يقع بذكر الشيء عند ظهوره.

قوله ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ وهو من استهلال الصبي أي أنه من رفع الصوت بذلک فاستهل الصبي أي رفع صوته بالصياح إذا خرج من بطن أمه وأهل به لغير الله أي رفع الصوت به عند الذبح للأصنام، ومنه استهلال المطر والدمع وهو صوت وقعه بالأرض و من لازم ذلک الظهور غالبا.(۲)

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۴۰۸

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۴۱۵

''اھلال کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے کیونکہ کسی چیز کے ظہور میں آتے وقت آواز بلند ہوتی ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ کا معنی استھلال الصبی (بچے کے رونے سے) ماخوذ ہے یعنی یہ معنی آواز کی بلندی سے ماخوذ ہے۔ استھل الصبی کا معنی ہے جب وہ بطن مادر سے نکلا تو اس نے چیخ کے ساتھ اپنی آواز بلند کی۔ اور أھل به لغیر اللہ کا معنی ہے بتوں کے ذبح کرتے وقت آواز بلند کرنا اور اسی سے بارش اور آنسوؤں کا برسنا ہے جب وہ زمین پر گرتا ہے پس ان معانی سے لازم ٹھہرا ہے کہ (اھلال میں) ظہور نمایاں ہو۔''

## ۳۔ امام بیہقی

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس آیت ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

**يعني ما أهل للطواغيت كلها.** (۱)

''اس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔''

ایک اور مقام پر امام بیہقی رقمطراز ہیں:

**﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ ما ذبح لآلهتهم.** (۲)

''وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کا معنی وہ جانور ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے نام ذبح کیا کرتے تھے۔''

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۲۴۹

(۲) شعب الایمان، ۵: ۲۰، رقم: ۵۶۲۷

## ۴۔ امام ابن عبد البر

وأصل الإهلال في اللغة رفع الصوت، وكل رافع صوته فهو مهل. ومنه قيل للطفل: إذا سقط من بطن أمه فصاح قد استهل صارخا. والاستهلال والإهلال سواء. ومنه قول الله عزوجل ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ لأن الذابح منهم كان إذا ذبح لآلهة سماها ورفع صوته بذكرها. (۱)

’’اھلال کا اصل لغوی معنی آواز بلند کرنا ہے لہٰذا آواز بلند کرنے والا ہر شخص مُھِلٌّ ہے اور اسی سے بچے کا استھلال کرنا ہے یعنی جب عین پیدائش کے وقت وہ بلند آواز سے روتا ہے۔ استھلال اور اھلال ہم معنی ہیں۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ ہے کیونکہ کفار ومشرکین میں سے ذبح کرنے والا جب اپنے بت کے نام پر ذبح کرتا تو اس کا نام لیتے وقت آواز کو بلند کرتا۔‘‘

امام ابنِ حجر عسقلانی نے صحیح البخاری کی شرح فتح الباری (۳: ۴۱۵) اور امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح (۸: ۸۹) میں بھی یہی معانی بیان کئے ہیں۔

## ۴۔ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ ائمہ تفسیر کی نظر میں

ذیل میں ہم آیت ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ کی تشریح وتفسیر معروف ائمہ تفسیر کی آراء کی روشنی میں بیان کریں گے۔ جن سے یہ بات مترشح ہے کہ کسی ایک مفسرِ قرآن نے بھی ایصالِ ثواب کے لئے ذبح کیے گئے جانور کا تعلق ان حرمت والی آیات سے نہیں جوڑا اور نہ کسی نے اولیاء وصالحین کے ایصالِ ثواب کے لئے اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کو حرام قرر دیا۔

---

(۱) ابن عبدالبر، التمهيد، ۱۳: ۱۶۸

سورۃ البقرۃ کی آیتِ کریمہ ملاحظہ کیجئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ‌ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ○ (۱)

’’اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے○‘‘

اس آیتِ مبارکہ میں أُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ کے جو الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان کا مفسرینِ کرام نے شرعی معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جس پر عین وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام بلند کر کے چھری پھیر دی جائے۔ ذیل میں مشہور ائمہ تفسیر کے حوالے درج کئے جاتے ہیں۔

## ۱۔ تفسیر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر ’’تنویر المقباس‘‘ میں ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ﴾ کا معنی یہ لکھا ہے:

﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ﴾ ماذبح لغير اسم الله عمداً للأصنام. (۲)

’’﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ﴾ کا معنی ہے وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔‘‘

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۷۳

(۲) ابن عباس، تنویر المقباس: ۲۴

## ۲۔ تفسیر عبدالرزاق

عن قتادة فی قوله: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ قال: ما ذبح لغير الله مما لم يسم عليه.[۱]

’’حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ ﴿وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہو۔‘‘

عن الزهری قال: الإهلال أن يقولوا: باسم المسيح.[۲]

’’امام زھری فرماتے ہیں کہ اِھلال کا مطلب ہے کہ بوقت ذبح یوں کہا جائے: بِإسم المسيح (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے نام پر ذبح کرتا ہوں)۔‘‘

**نوٹ:** واضح ہو کہ امام زھری نے اِھلال کے حوالے سے اپنی تفسیر میں ان عیسائیوں کا معمول بیان کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔

## ۳۔ تفسیر طبری

و أما قوله: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ فإنه يعنى به وما ذبح للآلهة والأوثان يسمى عليه بغير اسمه أو قصد به غيره من الأصنام. و إنما قيل ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ﴾ لأنهم كانوا إذا أرادوا ذبح ما قربوه لآلهتهم سموا اسم آلهتهم التي قربوا ذلك لها وجهروا بذلك أصواتهم. فجرى ذلك من أمرهم على ذلك حتى قيل لكل ذابح يسمى أو لم يسم، جهر بالتسمية أو لم يجهر مُهل. فرفعهم أصواتهم بذلك هو الإهلال الذى ذكره الله تعالى فقال: ﴿وَمَا

---

(۱) تفسیر عبدالرزاق، ۱: ۳۰۱، رقم: ۱۵۵

(۲) تفسیر عبدالرزاق، ۱: ۳۰۱، رقم: ۱۵۶

أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ ومن ذلک قيل للملبى فى حجة أو عمرة مهل لرفعه صوته بالتلبية. و منه استهلال الصبى إذا صاح عند سقوطه من بطن أمه. واستهلال المطر وهو صوت وقوعه على الأرض كما قال عمرو بن قميئة:

ظلم البطاح له انهلال حريصة[1]

’’اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہیں جو معبودانِ باطلہ یعنی بتوں کے لئے ذبح کیے گئے ہوں جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا اس کے علاوہ بتوں میں سے کسی ایک کا نام لینے کا ارادہ کیا گیا ہو۔ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ اس لیے ارشاد فرمایا گیا: کیونکہ جب مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے تقرب کے لئے کسی جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ اس مخصوص بت کا نام لیتے جس کے تقرب کے لئے وہ جانور ذبح کیا جانا ہوتا اور اس پر وہ اپنی آواز کو بلند کرتے پس پھر یہ ان کا معمول بن گیا حتی کہ ہر ذبح کرنے والے کو خواہ اس نے بآواز بلند اپنے معبود کا نام لیا ہو یا نہ مُهِلّ کہا جانے لگا۔ پس ان کا جانور پر آواز بلند کرنا اِهلَال کہلاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾. اسی بلندئ آواز کے مفہوم کی وجہ سے حج اور عمرہ کے دوران بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے والے کو بھی مُهِلّ کہا گیا۔ اسی مفہوم میں استھلال الصبی ہے جب بچہ پیدائش کے وقت اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی روتا ہے۔ اسی سے استھلال المطر ہے، یہ وہ آواز ہے جو بارش کے قطرے زمین پر گرتے وقت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ عمر بن قمیئہ نے اپنے ایک شعر میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

وادیوں کی ظلمت زور دار بارش کا ہونا ہے‘‘

(۱) ابن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲:۵۰

## ۴۔ تفسیر قرطبی

قوله تعالى: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ أى ذكر عليه غير اسم الله تعالى، و هى ذبيحة المجوسى والوثنى والمُعَطِّل. فالوثنى يذبح للوثن، والمجوسى للنار، والمُعَطِّل لا يعتقد شيئًا فيذبح لنفسه.

والإهلال: رفع الصوت، يقال: أَهَلَّ بكذا، أى رفع صوته.

ومنه إهلال الصبىّ و استهلاله، و هو صياحه عند ولادته. و قال ابن عباس وغيره: المراد ما ذبح للأنصاب والأوثان.[۱]

’’اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر اللہ کے غیر کا نام لیا گیا ہو اور یہ مجوسی، بت پرست اور معطل کا ذبیحہ ہے۔ بت پرست اپنے بت کے لئے ذبح کرتا ہے، مجوسی آگ کے لئے اور معطل کا کسی چیز پر اعتقاد نہیں ہوتا وہ صرف اپنی ذات کے لیے ذبح کرتا ہے۔

إهلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اس شخص نے اس طرح آواز بلند کی۔

اسی سے اھلال الصبی اور نومولود بچے کا استھلال ہے جس سے مراد عین پیدائش کے وقت اس کا چیخنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ جانور ہے جس کو نصب شدہ مورتیوں اور بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔‘‘

## ۵۔ تفسیر فتح القدير

الإهلال: رفع الصوت، يقال أهلّ بكذا: أي رفع صوته، قال الشاعر يصف فلاة:

(۱) قرطبى، الجامع لأحكام القرآن، ۲:۲۲۳

تهلّ بالفرقد رکبانها

کما یهلّ الراکب المعتمر

**و منه إهلال الصبیّ، واستهلاله: وهو صیاحه عند ولادته، والمراد هنا: ما ذکر علیها اسم غیر اللہ کاللات والعزّیٰ.**(۱)

’’اھلال: کا معنی آواز بلند کرنا ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اس طرح آواز بلند کی۔ یعنی اپنی آواز کو اونچا کیا۔ کسی شاعر نے بنجر بیابان زمین کی تعریف یوں بیان کی ہے:

’’بنجر و ہموار زمین میں چلنے والے مسافروں نے زور سے آواز دی جیسے عمرہ کرنے والا سوار بآوازِ بلند تلبیہ کہتا ہے۔

اسی سے اھلال الصبی اور استھلال الصبی ہے، جس سے مراد عین پیدائش کے وقت بچہ کا بآواز بلند چیخنا ہے۔ یہاں اس آیت کا مطلب ہے کہ وہ جانور جس پر غیر اللہ مثلاً لات وعزیٰ کا نام لیا گیا ہو۔‘‘

## ۶۔تفسیر ابن کثیر

**﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ﴾: أی ما ذبح فذکر علیه اسم غیر اللہ فھو حرام.**(۲)

’’یعنی وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اللہ کے غیر کا نام لیا جائے پس ایسا جانور حرام ہے۔‘‘

علاوہ ازیں دیگر معروف تفاسیر میں بھی مفسرین کرام نے ﴿سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۷۳

(۱) شوکانی، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایة والدرایة من علم التفسیر، ۱: ۱۶۹

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۸

اور سورۃ المائدۃ، ۵: ۳﴾ کے تحت مذکورہ بالا تمام معروف معانی بیان کئے ہیں کسی ایک مفسر نے بھی ان آیات کی یہ تاویل نہیں کی جو عام طور پر معترضین کرتے اور ایصالِ ثواب کے عمل کو شرک سے منسلک کرتے ہیں۔ مزید تفصیل درج ذیل تفاسیر میں دیکھئے:

۱۔ ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۵: ۱۴۰۷

۲۔ امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ۵: ۱۱

۳۔ ابن جوزی، تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر، ۱: ۱۷۵

۴۔ امام بغوی، معالم التنزیل، ۱: ۱۴۰

۵۔ امام خازن، تفسیر لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۱: ۱۱۹

۶۔ امام بیضاوی، تفسیر البیضاوی، ۱: ۱۶۲

۷۔ علامہ زمخشری، تفسیر الکشاف، ۱: ۲۱۵

۸۔ امام نسفی، تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل، ۱: ۱۱۰

۹۔ امام صاوی، تفسیر الصاوی، ۱: ۱۴۳

۱۰۔ امام جلال الدین سیوطی، تفسیر الدر المنثور، ۳: ۱۵

۱۱۔ أیضاً، تفسیر الجلالین

۱۲۔ امام آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۲: ۴۲

۱۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر المظہری، ۱: ۱۹۰

۱۴۔ علامہ عجیلی، تفسیر الجمل، ۱: ۲۰۷

۱۵۔ احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، ۱: ۴۷

۱۶۔ ابن عادل الدمشقی، تفسیر اللباب فی علوم القرآن، ۷: ۱۸۸

۱۷۔ امام ابی سعود، تفسیر ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم، ۱: ۱۹۱

۱۸۔ ابن عجیبہ، تفسیر البحر المدید، ۲: ۱۴۲

## اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کی درست تفسیر

گزشتہ صفحات میں ہم نے اہلِ لغت، محدثینِ کرام اور مفسرینِ عظام کی آراء کی روشنی میں اُہِلَّ کا درست مفہوم تفصیل سے واضح کر دیا ہے۔ جس کے مطابق صرف وہ جانور حرام ہے جس پر عین ذبح کے وقت اللہ کے نام کی جگہ کسی دوسرے کا نام اس طرح لیا جائے کہ میں اس جانور کو فلاں بت یا شخص کے نام پر اس کے تقرب کے لئے ذبح کرتا ہوں۔ یہ عمل شرک ہوگا اور یہ ذبیحہ از روئے نص حرام ہوگا۔ لیکن اگر صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز کے لئے جانور خرید کر اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے نام پر ذبح کر دیا جائے اور اس کا ثواب کسی بزرگ یا اپنے عزیز رشتہ دار کے نام کر دیا جائے تو یہ عمل حرام اور شرک نہیں۔

### لفظِ أَهِلَّةٌ سے استشہاد

ائمہ لغت اور محدثین و مفسرین نے اس کے معانی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ چاند دیکھتے ہی لوگ اچانک آواز بلند کرنے لگتے ہیں کہ ’’وہ چاند ہو گیا‘‘، بعد ازاں اسی وجہ سے پہلی رات کے چاند کو ہِلال کا نام دیدیا گیا۔ ذیل میں ہم سورۃ البقرہ کی ایک اور آیت سے اس مفہوم کا استشہاد کرتے ہیں جس میں لفظ أَهِلَّةٌ سے مراد چاند ہی ہے جب کہ مفسرینِ کرام نے اس لفظ ’’أَهِلَّة‘‘ کے تحت اِہلال کے وہ تمام معروف و متداول معنی بیان کئے ہیں جن کا ذکر ہم نے پچھلے صفحات میں کر دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ط وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ص وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَo (1)

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۸۹

’’(اے حبیب) لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرمادیں یہ لوگوں کے لئے اور ماہِ حج (کے تعین) کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم (حالتِ احرام میں) گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی تو (ایسی الٹی رسموں کی بجائے) پرہیزگاری اختیار کرنا ہے، اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

## خلاصۂ بحث

سابقہ صفحات پر مشتمل مکمل بحث کا لبِ لباب ذیل کے چار نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

- کسی خاص وقت میں کی گئی بات عام وقت میں کی گئی بات سے مختلف ہوتی ہے۔
- کسی خاص وقت میں آواز بلند کرنا عام وقت میں آواز بلند کرنے سے مختلف ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم کسی اور کی طرف منسوب کر دیتے ہیں مثلاً ہم کچھ چیزیں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسی طرح جانوروں کی طرف کچھ چیزیں منسوب کی جاتی ہیں۔ چوں کہ یہ چیزیں کسی خاص وقت میں نہیں بلکہ عام وقت اور حالت میں ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اس لئے اس پر حکمِ شرک نہیں لگایا جا سکتا۔
- ذبح ایک ایسا عمل ہے جو کہ ایک خاص وقت میں کیا جاتا ہے اور اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اہلال ’’رفع الصوت عند الذبح‘‘ ’’عین وقتِ ذبح جانور پر آواز بلند کرنے‘‘ کو کہتے ہیں۔
- وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ سے مراد وہ جانور ہیں جن پر ذبح کے وقت اللہ کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اس خاص موقع پر اللہ کی بجائے غیر اللہ کا نام بلند کرنا شرک ہے اور ایسے جانور کا کھانا حرام ہے۔

## ۵۔ غیر اللہ کے نام بطورِ عبادت ذبح کرنا حرام ہے

مشرکین جب کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے تو ان کے اس عمل سے ان کا مقصود اپنے معبودانِ باطلہ کی عبادت، تعظیم و تکریم، ان کی رضا و خوشنودی اور تقرب کا حصول ہوتا تھا۔ لہٰذا ان آیات میں بطورِ خاص اس طرح کے عمل کو جو غیر اللہ کے تقرب اور عبادت کے لئے ہو حرام ٹھہرایا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ...... (۱)**

”تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سؤر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ کر مرا ہوا (جانور) اور (دھار دار آلے کے بغیر کسی چیز کی) ضرب سے مرا ہوا اور اوپر سے گر کر مرا ہوا اور (کسی جانور کے) سینگ مارنے سے مرا ہوا اور وہ (جانور) جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو سوائے اس کے جسے (مرنے سے پہلے) تم نے ذبح کر لیا، اور (وہ جانور بھی حرام ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کے لئے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو۔“

مفسرینِ کرام نے سورۃ المائدۃ کی آیت: ۳ کے تحت اس کی وضاحت کی ہے:

۱۔ **﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ...... قال مجاهد و قتادة: كانت حول البيت ثلاثمائة وستون حجرًا منصوبة، كان أهل الجاهلية يعبدونها و يعظمونها و يذبحون لها، و ليست هي بأصنام إنما الأصنام هی المصورة المنقوشة، و قال الآخرون: هی الأصنام**

(۱) المائدۃ، ۵:۳

المنصوبة، و معناه: وما ذُبح علی اسم النصب، قال ابن زید: و ما ذبح علی النصب و ما أهل لغیر الله به: هما واحد.(۱)

’’امام مجاہد اور امام قتادہ کا قول ہے کہ بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان کی عبادت اور تعظیم کیا کرتے تھے اور ان کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کیا کرتے تھے، وہ حقیقی بت نہیں تھے بلکہ صرف نقش و نگار والی تصاویر تھیں۔ بعض ائمہ کا قول ہے کہ یہ نصب شدہ بت تھے۔ اور اسکا معنی یہ ہے کہ وہ جانور جو بتوں کے نام پر ذبح کے گئے ہوں۔ ابن زید کا قول ہے کہ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ اور ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ﴾ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔‘‘

۲۔ قوله تعالی: ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ فی النصب قولان:

أحدهما: أنها أصنام تنصب، فتعبد من دون الله، قاله ابن عباس، و الفراء، و الزجاج، فعلی هذا القول یکون المعنی، و ما ذبح علی اسم النصب، وقیل: لأجلها.

والثاني: أنها حجارة کانوا یذبحون علیها، و یشرحون اللحم علیها و یعظمونها، و هوقول ابن جریج.(۲)

’’اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ میں لفظ نُصُب کے بارے میں دو اقوال ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد نصب شدہ بت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، فراء اور زجاج کا یہی قول ہے۔ اس قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہوگا: جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے، اور یہ بھی قول ہے کہ جو جانور ان بتوں کی رضا اور خوشنودی کے حصول

(۱) بغوی، تفسیر معالم التنزیل، ۲: ۹

(۲) ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۲: ۲۸۳۔۲۸۴

کیلئے ذبح کیا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ’’نُصُب‘‘ وہ پتھر تھے جن پر مشرکین جانور ذبح کئے کرتے تھے اور ان پر گوشت کے ٹکڑے کرتے اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ یہ ابنِ جریج کا قول ہے۔‘‘

۳۔ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ كانت لهم حجارة منصوبة حول البيت، يذبحون عليها و يشرحون اللحم عليها، يعظمونها بذلك و يتقربون به إليها.(۱)

’’﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں نے بیت اللہ کے اردگرد پتھر سے بنی ہوئی مورتیاں نصب کر رکھی تھیں اور تھان بنا رکھے تھے جن پر وہ جانور ذبح کرتے تھے اور گوشت کے ٹکڑے کرتے تھے، اس سبب سے وہ ان مورتیوں کی تعظیم کرتے اور ان کی خوشنودی حاصل کرتے تھے۔‘‘

۴۔ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ النصب واحد الأنصاب، و هي أحجار كانت منصوبة حول البيت يذبحون عليها و يعدون ذلك قربة.(۲)

’’انصاب کا واحد نصب ہے اور ان سے مراد وہ پتھر ہیں جو بیت اللہ کے ارد گرد نصب تھے، مشرکین ان کے اوپر جانور ذبح کرتے اور اس عمل کو باعثِ تقرب سمجھتے تھے۔‘‘

۵۔ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ كانت لهم حجارة منصوبة حول البيت يذبحون عليها يعظمونها بذلك و يتقربون إليها.(۳)

(۱) زمخشری، الکشاف، ۱: ۶۰۳

(۲) بیضاوی، تفسیر البیضاوی، ۱: ۴۱۰

(۳) نسفی، تفسیر القرآن الجلیل، ۱: ۳۸۸

’’خانہ کعبہ کے اردگرد مشرکین کے پتھر سے بنے بت نصب تھے جن پر وہ جانور ذبح کرتے تھے۔ اس کے باعث وہ ان کی تعظیم کرتے تھے اور (عملِ ذبح کے ذریعے) ان کا تقرب حاصل کرتے تھے۔‘‘

۶۔ و أخرج الطستي في مسائله عن ابن عباس أن نافع بن الأزرق قال له:...... أخبرني عن قوله ﴿الأنصاب﴾ قال: الأنصاب الحجارة التي كانت العرب تعبدها من دون الله و تذبح لها.(۱)

’’امام طستی نے مسائل میں نافع بن ازرق کے حوالے سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے انصاب کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ان سے مراد وہ پتھر (کے بت) ہیں جن کی مشرکینِ عرب عبادت کرتے اور ان کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرتے۔‘‘

۷۔ قال ابن جريج: كانت العرب تذبح بمكة و تنضح بالدم ما أقبل من البيت، و يشرحون اللحم و يضعونه على الحجارة، فلما جاء الإسلام، قال المسلمون للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نحن أحق أن نعظم هذا البيت بهذه الأفعال، فكأنه عليه الصلاة و السلام لم يكره ذلك، فأنزل الله تعالى: ﴿لَنْ يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا﴾ [الحج، ۲۲: ۳۷] و نزلت ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ [المائده، ۵: ۳] المعنى: و النية فيها تعظيم النصب لا أن الذبح عليها غير جائز.(۲)

’’ابنِ جریج نے کہا: مشرکینِ عرب مکہ مکرمہ میں جانور ذبح کرتے اور بیت اللہ کے سامنے خون چھڑکاتے، اور گوشت کے ٹکڑے کرکے اسے پتھروں کی

(۱) سیوطی، الدر المنثور في التفسير بالمأثور، ۳: ۱۶

(۲) ۱۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۶: ۵۷

۲۔ شوکانی، فتح القدير الجامع بين فنی الرواية والدراية من علم التفسير، ۲: ۱۰

مورتیوں پر رکھ دیتے۔ جب زمانۂ اسلام آیا تو مسلمانوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے خواہش کا اظہار کیا کہ بیت اللہ کے پاس اس طرح کے تعظیمی افعال کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ شاید حضور نبی اکرم ﷺ (ان کی) اس خواہش کو ناگوار نہ سمجھتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: ﴿ہرگز اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون﴾ اور یہ آیت بھی نازل فرمائی: ﴿اور (وہ جانور بھی حرام ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کے لئے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو﴾۔ اس کے ناجائز ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس طرح ذبح کرنے میں بتوں کی تعظیم کی نیت شامل ہے اس وجہ سے نہیں کہ یہاں مطلقاً ذبح ناجائز ہے۔‘‘

## وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِه اور وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب کے اطلاق میں فرق

اکثر لوگ (وَمَا أُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللهِ) اور (وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب) کے معنی و مفہوم کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں درحقیقت ان دونوں کا اطلاق الگ الگ ہے۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب سے مراد باطل معبود کے لیے تھان یعنی مخصوص چبوترہ بنا کر ان کی خوشنودی و رضا کے لئے جانور ذبح کرنا ہے۔

اہلِ اسلام کا عمل اس تصور سے پاک ہے۔ وہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کو نہ تو کفار و مشرکین کی طرح جانور کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور نہ ان کے مجسمے اور مورتیاں بنا کر عبادت کرتے ہیں۔

اسی طرح وَمَا أُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللهِ سے مراد جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں بیان کر دیا یہ ہے کہ بوقتِ ذبح بلند آواز سے کسی کا نام لینا اس میں مخصوص مقام اور تھان کا تصور نہیں بلکہ کسی جگہ بھی جانور ذبح کر کے اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی اور تقرب کے لیے بطورِ عبادت اس کا نام لیا جائے یہ عمل شرک ہے۔

مسلمان جانور کی جان کا نذرانہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور

بوقتِ ذبح بصورتِ تکبیر صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں۔ اس لیے ایصالِ ثواب کے لیے ذبح کیے گئے جانور پر شرک کا اطلاق نہیں ہوتا۔

ائمہ تفسیر نے وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفار و مشرکین کے اس مشرکانہ عمل اور مسلمانوں کے جائز اعمال میں بُعد المشرقین ہے کیونکہ:

۱۔ کفار و مشرکین نے بتوں کی خوشنودی اور رضا کے لئے ذبح کے تھان بنائے تھے۔

۲۔ وہ تقرب اور عبادت کے لئے اپنے باطل معبود کی تعظیم میں ان تھانوں پر جانور ذبح کرتے تھے۔

۳۔ وہ ان جانوروں کا خون مورتیوں پر مل دیتے تھے اور گوشت کے ٹکڑے کر کے ان پر رکھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا یہ عمل شرک ٹھہرا۔

### مسلمان جب کسی جانور کو ایصالِ ثواب اور نذر کے لئے ذبح کرتے ہیں تو:

۱۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب ہی پیشِ نظر ہوتا ہے، ہرگز کسی غیر اللہ کا تقرب اور خوشنودی و رضا کا حصول مدِ نظر نہیں ہوتا۔

۲۔ وہ شرعی طریقے پر جانور ذبح کرتے ہیں اور یہ عمل بطورِ خیرات خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا ایصالِ ثواب اولیاء و صالحین اور مرحومین کے لئے ہوتا ہے اور گوشت پکا کر شرکاء و حاضرین اور فقراء و مساکین کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جانور کا گوشت فی نفسہٖ مرحومین کو پہنچتا ہے بلکہ اس عمل میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندگی و عاجزی پہنچتی ہے جبکہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کو ہدیۂ ثواب پہنچتا ہے اور موجود و زندہ افراد کھانے سے مستفید ہوتے ہیں۔

## ۶۔ صدقات و خیرات ذرائع ایصالِ ثواب ہیں وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللهِ بِهٖ میں شامل نہیں

صدقات اور خیرات پر اللہ کے محبوب و مقرب بندوں کا نام لینے سے وہ حرام نہیں ہوتے کیوں کہ نام لینے سے صرف ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے لہٰذا خیرات و صدقات کا ایصالِ ثواب کے لئے دینا ''وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللهِ بِهٖ'' میں شامل ہی نہیں۔ شرعاً یہ امر جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی نیک عمل اور صدقہ و خیرات کو کسی دوسرے کے نام منسوب کر دے۔ اس کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لئے تاجدار کائنات ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ میں سے چند ایک ذیل میں دیئے جا رہے ہیں تاکہ کسی کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کا مستند و معتبر جواز ثابت ہو جائے۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَ أَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.(۱)

''ایک آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ (بوقتِ نزع) گفتگو کر سکتی تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اسے ثواب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب موتِ الفَجْأَةِ البَغْتَةِ، ۱: ۴۶۷، رقم: ۱۳۲۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه، ۲: ۶۹۶، رقم: ۱۰۰۴

۳۔ ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فیمن مات وصیة یتصدق عنه، ۳: ۱۱۸، رقم: ۲۸۸۱

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَکَ مَالًا وَلَمْ يُوصِ. فَهَلْ يُکَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.(١)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور اس نے مال چھوڑا ہے مگر اس بارے میں کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا یہ (صدقہ کرنا) اس (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ مَخْرَفًا فَأُشْهِدُکَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا.

وَ قَالَ أَبُوْ عِيْسَی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَ بِهِ: يَقُوْلُ أَهْلُ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ: لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَی الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ وَ الدُّعَاءُ.(٢)

(١) ١۔ مسلم، الصحيح، کتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات إلی الميت، ٣:١٢٥٤، رقم: ١٦٣٠

٢۔ نسائی، السنن، کتاب الوصايا، باب فضل الصدقة عن الميت، ٦:٢٥١، رقم: ٣٦٥٢

٣۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الوصايا، باب من مات و لم يوصی هل يتصدق عنه، ٢:٢٠٦، رقم: ٢٧١٦

٤۔ احمد بن حنبل، المسند، ٢:٣٧١، رقم: ٨٨٢٨

٥۔ ابن خزيمة، الصحيح، ٤:١٢٣، رقم: ٢٤٩٨

(٢) ١۔ ترمذي، السنن، کتاب الزکاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی الصدقة عن الميت، ٣:٥٦، رقم: ٦٦٩

٢۔ ابوداود، السنن، کتاب الوصايا، باب ما جاء فيمن مات وصية يتصدق عنه، ٣:١١٨، رقم: ٢٨٨٢

٣۔ نسائی، السنن، کتاب الوصايا، باب فضل الصدقة عن الميت، ٦:٢٥٢، رقم: ٣٦٥٥

’’یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوچکی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا وہ اسے کوئی نفع دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک باغ ہے آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔‘‘

’’امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور علماء کا یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں: میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ.** (۱)

’’جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجر اسے برابر ملتا رہتا ہے): ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔‘‘

۵۔ امام سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت طاووس نے فرمایا:

**إِنَّ الْمَوتَى يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ سَبْعًا، فَكَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُطْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الأَيَّامِ.**

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، ۳: ۱۲۵۵، رقم: ۱۶۳۱

۲۔ ابوداود، السنن، كتاب الوصايا، باب ما جاء فی الصدقة عن الميت، ۳: ۱۱۷، رقم: ۲۸۸۰

۳۔ ابن ماجة، السنن، المقدمة، باب ثواب معلم الناس الخير، ۱: ۸۸، رقم: ۲۳۹

۴۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۲۸، رقم: ۳۸

وَ قَالَ السُّيُوطِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.(۱)

''بے شک سات دن تک مردوں کو ان کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے اس لئے لوگ ان دنوں میں ان کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب سمجھتے تھے۔''

''امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔''

درج بالا روایات سے ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب اور صدقات و خیرات کے لئے کسی کے نام کی طرف نسبت شرعاً جائز بلکہ سنت ہے۔ اسی حوالے سے ذیل میں مزید احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

## ا۔ کسی کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی کو اپنی جگہ نوافل ادا کرنے کے لئے فرمایا:

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ، فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا: إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الأُبُلَّةُ؟ فَقُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا، وَ يَقُوْلُ هٰذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ. سَمِعْتُ خَلِيْلِي رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ.(۲)

---

(۱) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۴: ۱۱

۲۔ سيوطى، الديباج على صحيح مسلم، ۲: ۴۹۱، رقم: ۹۰۵

۳۔ سيوطى، شرح على سنن النسائى، ۴: ۱۰۴

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، كتاب الملاحم، باب فى ذكر البصرة، ۴: ۱۱۳، رقم: ۴۳۰۸۔

۲۔ بيهقى، شعب الإيمان، ۳: ۴۷۹، رقم: ۴۱۱۵

’’ابراہیم بن صالح بن درھم کا بیان ہے کہ میرے والد محترم نے فرمایا: ہم حج کرنے حرم کعبہ گئے تو ایک آدمی نے ہم سے دریافت کیا: کیا تمہارے علاقے میں ’’اُبُلّۃ‘‘ نام کی کوئی بستی ہے؟ ہم نے جواب دیا: ہاں۔ اُس نے کہا: تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ’’مسجدِ عَشّار‘‘ میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھنے کے بعد کہے: ان رکعتوں کا ثواب ابو ہریرہ کے لئے ہے۔ میں نے اپنے خلیل حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔‘‘

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ ایصالِ ثواب کرنا امرِ جائز ہے۔

۲۔ اپنے نیک عمل کو کسی کی طرف منسوب کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نفل نماز پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ایک جائز عمل ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے نوافل پڑھا کرتے تھے۔

## ۲۔ کسی کی طرف سے روزے رکھنا

۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.(۱)

’’بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم، ۲:۶۹۰، رقم: ۱۸۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ۲:۸۰۳، رقم: ۱۱۴۷

روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔‘‘

۸۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ.(۱)

’’اگر اس (فوت ہونے والے) پر کسی نذر کا پورا کرنا باقی ہو (جو اس نے مانی تھی) تو وہ اس کی طرف سے اس کا ولی پوری کرے۔‘‘

۹۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ، أَكُنْتِ تَقْضِيْنَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ.

وَ فِي رِوَايَةٍ: فَقَالَتْ: إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ.(۲)

’’میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے وہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، كتاب الصيام، باب فيمن مات و عليه صيام، ۲:۳۱۵، رقم: ۲۴۰۰، ۲۴۰۱

۲۔ دار قطني، السنن، ۲: ۱۹۴، رقم: ۷۹۔ ۸۰

۳۔ ابن ابی شيبه، المصنف، ۳:۱۱۳، رقم: ۱۲۵۹۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ۲:۸۰۴، رقم: ۱۱۴۸

۲۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الصيام، باب من مات و عليه صيام من نذر، ۱:۵۵۹، رقم: ۱۷۵۸

۳۔ نسائی، السنن الكبرى، ۲:۱۷۳۔۱۷۴، رقم: ۲۹۱۲۔۲۹۱۵

اللہ تعالیٰ قرض ادا کئے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔‘‘

’’اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ اس نے عرض کیا: میری بہن فوت ہوگئی ہے اور اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے واجب ہیں۔‘‘

## ۳۔ کسی کی طرف سے حج ادا کرنا

۱۰۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

**إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.**(۱)

’’میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا کرو، کیونکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے وفاء کی جائے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے فوت شدہ عمل کی بعد از وفات ادائیگی کو جائز قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دلیل بھی عطا کر دی کہ زندگی میں جس طرح کوئی کسی کی طرف سے قرض کی ادائیگی جیسا عمل کرے تو وہ قرض ادا ہو جاتا ہے تو اسی طرح بعد از وفات بھی اگر کوئی کسی کے لئے نیک عمل مثلاً حج کرے گا تو وہ مرنے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإحصار وجزاء الصید، باب الحج و النذور عن المیت، وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ، ۲: ۶۵۶، رقم: ۱۷۵۴

۲۔ نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن المیت الذي نذر أن یحج، ۵: ۱۱۶، رقم: ۲۶۳۲

۳۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۴: ۳۴۶، رقم: ۳۰۴۱

والے کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

۱۱۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا:

إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ، وَ إِنَّهَا مَاتَتْ. قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ. وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ. قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ: صُوْمِي عَنْهَا. قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّي عَنْهَا.

وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.(۱)

''میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ثواب مل گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں لوٹا دی ہے۔ اس عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے (باقی) تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج کبھی نہیں کیا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو۔''

''امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

۱۲۔ والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرنے کا اجر بیان فرماتے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، ۲:۸۰۵، رقم: ۱۱۴۹

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء في الْمُتَصَدِّقِ يَرِثُ صَدَقَتَهُ، ۳:۵۴، رقم: ۶۶۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۶۶۔۶۷، رقم: ۶۳۱۴۔۶۳۱۶

ہوئے تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كُتِبَ لَهُ عِتْقًا مِنَ النَّارِ. (۱)

’’جس نے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کیا تو اس کے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی لکھ دی جائے گی۔‘‘

یہ بہت بڑی صلہ رحمی اور خدمت کی انجام دہی ہے کہ اولاد، والدین کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرے، اس کے علاوہ وہ دیگر صدقات وغیرہ بھی والدین کی طرف سے ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ذات ہے اس نے اپنے بندوں کی بخشش و مغفرت کے لئے کئی طریقے عطا فرمائے ہیں جن میں میت کی طرف سے حج کرنا اور صدقات و خیرات وغیرہا جیسے اعمالِ صالحہ کرنا شامل ہیں۔

## ۴۔ کسی کی طرف پانی کا کنواں برائے ایصالِ ثواب منسوب کرنا

۱۳۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئی تو انہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْيُ الْمَاءِ. فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ. (۲)

’’یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۲۰۵، رقم: ۷۹۱۲
۲۔ سيوطي، شرح الصدور: ۱۲۹

(۲) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب الوصايا، باب ذكر الاختلاف على سفيان، ۶: ۲۵۴-۲۵۵، رقم: ۳۶۶۲-۳۶۶۶
۲۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الأدب، باب فضل صدقة الماء، ۲: ۱۲۱۴، رقم: ۳۶۸۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۸۴، رقم: ۲۲۵۱۲

کرسکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: تو کونسا صدقہ بہتر رہے گا؟ فرمایا: پانی پلانا۔‘‘ پس مدینہ منورہ میں یہ سعد کی پانی کی سبیل ہے۔‘‘

۱۴۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْمَاءُ، قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَ قَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.(۱)

’’یا رسول اللہ! امّ سعد کا انتقال ہوگیا ہے۔ سو (اس کے ایصالِ ثواب کے لئے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔‘‘

’’پس انہوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہا: یہ امّ سعد کا کنواں ہے۔‘‘

کنواں کھدوانے کا حکم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے دیا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی جس کے باعث مسلمانوں کو میٹھا پانی پینے کے لئے دستیاب نہیں تھا۔ وہ مشقت برداشت کرتے ہوئے میلوں کا سفر کر کے چھوٹی چھوٹی مشکیں پانی بھر کے لاتے۔ اس دوران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے میٹھے پانی کا ایک کنواں خرید کر وقف کر دیا جس سے مسلمانوں کو آسانی ہوگئی۔ اس حدیث میں بھی اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور امّ سعد کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کئے گئے کنوئیں کے سبب مسلمانوں کی اس مشکل کو حل کیا گیا۔

یہ بات ذہن نشین رکھنے والی ہے کہ امّ سعد کا انتقال ہو چکنے کے بعد

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، كتاب الزكاة، باب فی فضل سقي الماء، ۲:۱۳۰، رقم: ۱۶۸۱

۲۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۲:۴۱، رقم: ۱۴۲۴

۳۔ خطیب تبریزی، مشکاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، ۱:۳۶۲، رقم: ۱۹۱۲

حضور ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پانی فراہم کا مشورہ دے رہے ہیں۔ جس کے باعث حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں ان کے لئے وقف کر دیا جو ''**فَتِلْکَ سِقَایَةُ سَعْدٍ یا هٰذِهِ (أی البئر) لِأُمِّ سَعْدٍ**'' (امّ سعد کا کنواں) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ واضح رہے کہ اس کنوئیں سمیت تمام پانیوں کا حقیقی مالک اللہ رب العزت کی ذات ہے مگر اسے غیر اللہ سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام و تابعین اپنی روایات میں فرما رہے ہیں کہ وہ امّ سعد کے نام سے مشہور ہوا۔

● قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس کنوئیں کا امّ سعد کے نام سے معروف ہونا یا کرنا ان کی وفات کے بعد ہوا۔ کیا اس کنوئیں کو غیر اللہ سے منسوب کرنے کے باعث صحابہ کرام اور تابعین (معاذ اللہ) مشرکین ہو گئے؟ اور (نعوذ باللہ من ذالک) کیا اس میں سے پانی پینا حرام ہو گیا؟ جیسا کہ معترضین نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں! نہ ہی کسی صحابی اور تابعی نے شرک کیا اور نہ ہی کا پانی حرام ہوا بلکہ وہ ایسا طیب و پاکیزہ تھا جس طرح کا آج میسر نہیں۔

● ان احادیثِ مبارکہ سے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مطہرہ سے یہ درس ملتا ہے کہ وہ مسلمان جن کے والدین، بزرگ، عزیز و اقارب اور دوست احباب وفات پا چکے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ بعد از وصال ان کو یاد رکھیں اور ان کی اخروی زندگی بہتر بنانے کا ساماں فراہم کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ایصالِ ثواب کی صورت میں ہی نبھائی جا سکتی ہے۔

● یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ نذر اور ایصالِ ثواب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ نذر اور نیاز صرف اللہ تعالی کے لئے ہے جب کہ ایصالِ ثواب کسی بزرگ اور عام مسلمانوں کے لئے جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ عرفِ عام میں کسی بزرگ کے نام نذر و نیاز منسوب کرنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنا یہ عمل تحفۃً اور ہدیۃً ان کے ثواب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

## ۷۔ تَقَرُّب لِغَيْرِ اللهِ والی نذر حرام ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جانور جسے غیر اللہ کی نذر کر کے **بسم اللہ اللہ اکبر** کے کلمات پڑھ کر ذبح کیا گیا ہو تو کیا اس کا ذبح کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ذبیحہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ آیتِ کریمہ ﴿وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ میں أُهِلَّ میں ”رفع الصوت“ کا مفہوم ہے جبکہ لِغَيْرِ اللهِ میں تقرب لغیر اللہ کا مفہوم ہے۔ چونکہ کفار و مشرکین کا اصل مقصود و منشاء کسی جھوٹے معبود کا تقرب ہوتا تھا اس لیے نام اگرچہ اللہ تعالیٰ کا لے لیا مگر جب نیت غیر اللہ کے تقرب کی ہوئی تو وہ عمل بھی غیر اللہ کے لئے ہوا اور اسی طرح یہ نذر بھی غیر اللہ کے لئے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح ہر وہ عمل اور صدقہ و خیرات جس میں غیر اللہ کے تقرب (بطور عبادت) کی نیت رکھی جائے، ناجائز ہے۔ جس طرح اگر ظاہراً کوئی حرام فعل صادر ہو جائے اور اس میں نیت سو فیصد درست ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیوں کہ فی نفسہٖ وہ عمل بھی حرام ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت نیت تقرب لغیر اللہ کی تھی مگر اس نے ذبح کرتے وقت بظاہر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جبکہ اس کی نیت خلافِ توحید اور مشرکانہ تھی تو یہ عمل بھی ناجائز اور حرام ہوا کیونکہ عمل کی بنیاد و اساس نیت پر استوار ہوتی ہے۔ اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.** (۱)

”اعمال کا دارو مدار بس نیتوں پر ہے۔“

ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی کی طرف سے جانور ذبح کرنا جائز عمل ہے بشرطیکہ اس میں تقرب لغیر اللہ نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے عمر بھر کم وبیش ہر سال دو قربانیاں دیں۔ ایک قربانی اپنی اور اپنے اہلِ بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے۔ امت کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، ۱:۲، رقم: ۱

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ.(۱)

”اے اللہ! محمد (ﷺ)، آلِ محمد ﷺ اور امتِ محمد ﷺ کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں خود آقائے دو جہاں ﷺ کا عملِ مبارک اس بات کا ثبوت مہیا کر رہا ہے کہ محض ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی کے نام قربانی منسوب کرنا حرام نہیں۔

ثقہ محدثین و مفسرینِ کرام اور اہلِ لغت کی آرا و تشریحات کی روشنی میں خلاصۃً یہ بات قطعی طور پر بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ”وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ“ کا اطلاق ان بتوں (معبودانِ باطلہ) پر ہوتا ہے جن کی کفار و مشرکین پرستش کرتے اور بوقتِ ذبح اللہ کا نام لینے کی بجائے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سورۃ البقرۃ اور دیگر سورتوں میں مذکور ان الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے یہی مفہوم رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سمیت تمام مفسرین نے بیان کیا ہے اور کسی ایک محدث و مفسر نے بھی اس سے ایصالِ ثواب کے لئے دیا گیا نذر و نیاز اور دیگر صدقہ و خیرات مراد نہیں لیا۔ لہٰذا جو لوگ ”وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ“ کی غلط تعبیر کر کے اس کا اطلاق صدقہ و خیرات اور گیارھویں شریف جیسے معمولات پر کرتے ہیں وہ نہ قرآن حکیم کا صحیح فہم رکھتے ہیں اور نہ انہیں سنتِ نبوی ﷺ کا حقیقی ادراک حاصل ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے کسی جانور کو محض ان کے نام منسوب کرکے اللہ کے نام پر ذبح کرنا ایک جائز اور مشروع عمل ہے۔

## ۸۔ اعمالِ صالحہ اور خیرات کے لئے ایّام کا تعیّن

کسی نیک عمل اور صدقہ و خیرات پر مداومت کے لئے انتظاماً کسی ایک تاریخ کا تعیّن سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ و خیرات تو کسی وقت

(۱) ابوداؤد، السنن، کتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا، ۳: ۹۴، رقم: ۲۷۹۲

بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے تاریخ کیوں مقرر کی جائے؟ اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین ہوجانی چاہیئے کہ تعین دوطرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ تعیّنِ شرعی ۲۔ تعیّنِ انتظامی

## ۱۔ تعیّنِ شرعی

نماز پنجگانہ، حج، زکوٰۃ اور روزہ کی بجاآوری کیلئے شریعت نے خاص اوقات اور ایام کا تعین کر دیا ہے۔ ان ایام اور اوقات سے ہٹ کر اگر کوئی عمل کرے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا لہٰذا یہ تعین شرعی ہے۔

## ۲۔ تعیّنِ انتظامی

دوسرا تعین ذاتی اور انتظامی ہے۔ اگر بندۂ مومن اپنی ذاتی سہولت کی خاطر عمل میں مداومت، باقاعدگی اور استقامت پیدا کرنے کے لئے نفلی عبادات اور معمولات کے لئے بعض اوقات اور ایام کا تعین کرے تو یہ بھی جائز ہے اور ایسا کرنا سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہر جمعرات قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بعض نوافل کے لئے رات اور دن مقرر فرمائے تھے تاکہ عمل میں مداومت پیدا ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ وَ إِنْ قَلَّ.(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله بل برحمة الله، ۴: ۲۱۷۱، رقم: ۲۸۱۸

۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاة باب ما یؤمر به من القصد فی الصلاة، ۲: ۴۸، رقم: ۱۳۶۸

←

’’بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو بلا ناغہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔‘‘

## احادیثِ مبارکہ سے نفلی اعمال کے لئے دن کے تعیّن کا ثبوت

احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ طیبہ سے نفلی اعمال اور عبادات کے لئے وقت کے تقرر کا تصور موجود ہے۔ اس حوالے سے چند ذیلی عنوانات کے تحت احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

### ا۔ نفلی نماز کے لئے جگہ اور دن کا تعیّن

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِياً وَ رَاكِباً فَيُصَلِّي فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. (١)

’’حضور نبی اکرم ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔‘‘

---

....... ۳۔ نسائی، السنن، کتاب القبلة، باب المصلی یکون بینه وبين الإمام سترة، ۲:۶۸، رقم: ۷۶۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۲۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت، ۱:۳۹۹، رقم: ۱۱۳۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاة فيه و زيارته، ۲:۱۰۱۷، رقم: ۱۳۹۹

۳۔ حمیدی، المسند، ۲:۲۹۱، رقم: ۶۵۸

حضور نبی اکرم ﷺ کا مسجدِ قباء جا کر دو رکعت ادا کرنا نفلی عبادت کے لئے مکان و زمان، جگہ اور دن کے تعیّن کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ نہ تو قرآن میں مسجدِ قباء جا کر ہفتہ کے دن نفل پڑھنے کا حکم تھا اور نہ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے واضح طور پر اس کا حکم دیا گیا تھا لیکن پھر بھی اسے حضور ﷺ کی سنتِ مطہرہ سمجھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر اس نیک عمل کے لئے مسجد اور دن کی تخصیص کو برقرار رکھا۔

## ۲۔ نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعیّن

۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ بالخصوص پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔“

بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں آپ ﷺ کی اس سنت کو زندہ کیا اور اس طرح ایام کے تعین کے ساتھ نفلی روزہ کا معمول برقرار رکھا۔

۳۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سے روایت ہے:

أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرىٰ فِيْ طَلَبِ مَالٍ لَهُ، فَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ. فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ؟ فَقَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الصوم عن رسول الله ﷺ، ما جاء في صوم يوم الإثنين والخميس، ۳: ۱۲۱، رقم: ۷۴۵

۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ ۲: ۸۵، رقم: ۲۴۹۷

۳۔ ابو يعلى، المسند، ۸: ۱۲۲، رقم: ۴۷۵۱

أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ.(۱)

''وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اونٹ تلاش کرنے وادی القریٰ میں گئے۔ حضرت اسامہ بن زید پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے مولیٰ نے ان سے دریافت کیا: آپ پیر اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معمول کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔''

غور کریں یہ کوئی شرعی تعین نہیں بلکہ کسی عملِ خیر پر مداومت کے لئے ایک ذاتی تعین ہے اور شریعت نے اسے منع بھی نہیں کیا۔

## ۳۔ کثرتِ درود وسلام کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص

۴۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَ فِيْهِ قُبِضَ، وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ، وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْکَ وَ قَدْ أَرِمْتَ؟ يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ. قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ حَرَّمَ

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب فی صوم الاثنین والخمیس، ۲:۳۲۵، رقم: ۲۴۳۶

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۲:۱۴۷، رقم: ۲۷۸۱

۳۔ دارمی، السنن، ۲:۳۲، رقم: ۱۷۵۰

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۰۰

عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.(۱)

’’بیشک تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اسی دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہوگی۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد کیسے آپ کو پیش کیا جائے گا؟ جبکہ آپ ﷺ کا جسدِ مبارک تہِ خاک ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ ﷻ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَ إِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا. قَالَ: قُلْتُ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ. إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.(۲)

’’جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے درود سے فارغ

(۱) ۱۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب فضل يوم الجمعة و ليلة الجمعة، ۱: ۲۷۵، رقم: ۱۰۴۷

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الجمعة، باب إکثار الصلاة على النبی ﷺ يوم الجمعة، ۲: ۹۱، رقم: ۱۳۷۴

۳۔ ابن ماجة، السنن، کتاب إقامة الصلاة، باب في فضل الجمعة، ۱: ۳۴۵، رقم: ۱۰۸۵

(۲) ابن ماجة، السنن، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته و دفنه ﷺ، ۱: ۵۲۴، رقم: ۱۶۳۷

ہونے سے پہلے ہی اس کا درود مجھے پیش کر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! موت کے بعد بھی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں موت کے بعد بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مبارک جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی (قبر میں بھی) زندہ ہوتا ہے اور (قبر میں ہی) اسے رزق دیا جاتا ہے۔‘‘

## ۴۔ سفر کے لئے جمعرات کے دن کی تخصیص

۶۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے۔‘‘

## ۵۔ وعظ و نصیحت کے لئے دن کا تعیّن

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لئے جمعرات کا دن مخصوص کر رکھا تھا جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب ...... ومن أحب الخروج یوم الخمیس، ۳: ۱۰۷۸، رقم: ۲۷۹۰
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۵۶، رقم: ۳۳۷۰
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۱۷۰، رقم: ۹۲۷۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، من جعل لأھل العلم أیامًا معلومة، ۱: ۳۹، رقم: ۷۰
۲۔ ابن حبان، ۱۰: ۳۸۲، رقم: ۴۵۲۴

’’حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔‘‘

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعمالِ صالحہ اور نفلی عبادات کے لئے جگہ اور دن کا تعیّن کرنا عام معمول تھا۔ اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ کوئی خاص دن متعین کرکے ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف کی محافل کرنا شریعت کے عین مطابق ہے اور جائز امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام کا قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ اعزہ و اقارب کے لئے صدقہ و خیرات اور دیگر اعمالِ صالحہ کی صورت میں ایصالِ ثواب کرتے رہے ہیں۔

www.MinhajBooks.com